اہلِ قبلہ کی تحقیق

مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اس زمانے میں مسلمانوں کی بدقسمتی یا مذہبی ناواقفیت کی وجہ سے لوگوں کے دِماغوں میں یہ خیال کسی قدر راسخ ہوچلا ہے کہ جوشخص زبان سے ایک دفعہ کلمہ شہادت جاری کردے، یا قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے، وہ ایسا پختہ اور راسخ العقیدہ مسلمان بن جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات اور مذہبی عقائد کی کھلم کھلا مخالفت اور اِنکار کرنے کے باوجود بھی اس کے اِیمان میں کسی قسم کا خلل یا فتور واقع نہیں ہوتا۔ اس خیال کی تائید میں بعض غلط فہمیوں کا شکار ہوکر اہلِ قبلہ کی عدم تکفیر والی حدیث پیش کردی جاتی ہے، اور کبھی اس آیت سے اِستدلال کیا جاتا ہے: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا'' (النساء:۹۴) یعنی جوشخص تم سے السلام علیکم کہتا ہے، اس کو شبہ کی وجہ سے کافر نہ کہو۔

اس خیال کی وجہ سے بعض ناواقف لوگوں کی ذہنیت اس درجہ بگڑگئی ہے کہ اگر کوئی شخص اس موقع پر مذہبی تعلیم اور اسلامی روایات سے متأثر ہوکر اس کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے تو وہ ان کی نظر میں تنگ دِل، مذہبی دیوانہ، ناعاقبت اندیش، اسلامی اُخوّت کا دُشمن، نظامِ ملّی کا مخالف سمجھا جاتا ہے، اور بعض تو اس کی بات سننا اور اس کی کسی تحریر کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے، ایسے دوستوں کی خدمت میں باادب اِلتماس ہے کہ وہ حق اور اِنصاف کو دِل میں رکھتے ہوئے ہماری معروضات پر بغور توجہ فرمائیں اور جو بات سچی ہو، اس کو اِختیار کریں۔

اس بات سے کس کو اِنکار ہوسکتا ہے کہ اسلام دُنیا میں ایک اُصولی مذہب ہے، دیگر مذاہب کی طرح انسانی خیالات اور قومی یا ملکی رُسومات کے ساتھ ساتھ نہیں چلتا۔ اس کے فیصلے اٹل اور اس کے ضابطے ہرقسم کے تغیرات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں، اس کے ہرحکم کو تسلیم کرنا اور اس کو سچے دِل سے ماننا ہی ایمان ہے، ان میں سے کسی فیصلے کو بدل دینے اور بعض کو ماننے یا بعض سے اِنکار کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

۱:- ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ'' (الاحزاب:۳۶)

کسی مردِ مسلمان یا عورتِ مسلمہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ جس حکم کے متعلق خداتعالیٰ یا اس کا رسول کوئی فیصلہ سنائے، وہ اس میں کسی قسم کا تغیر یا تبدیلی پیدا کرے، یا اس کے بعض حصے کو مانے اور بعض سے صاف اِنکار کردے۔

دُوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

۲:- ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾'' (البقرة)

یہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ضابطے اور اُصول ہیں، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے تجاوز یا اِنکار کرنے والا ظالم اور بد دِین ہے۔
ایک اور آیت میں ہے:

۳:- ''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' (الحشر:۷)

اور خدا کا رسول جس کام کے کرنے کا حکم فرمائے، اس کو بجالاؤ، اور جس چیز سے روکے، اس سے رُک جاؤ۔

یعنی شریعت کے دونوں حصوں اُمورات اور منہیات، حلال وحرام یا جائز وناجائز کا ماننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جب دُنیا کے کسی قانون کو تسلیم کرنے کے لئے اس کی تمام دفعات کا ماننا ضروری ہے، جیسا کہ ہم دورِ حاضرہ میں دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص تعزیرات کی سینکڑوں دفعات میں سے صرف قانونِ نمک کی خلاف ورزی کرنے سے حکومت کا باغی کہلایا جاتا ہے، اور اس کی طرف سے قانون کا اِحترام باقی رکھنے کے لئے اس کو قید و بند کی سخت ترین سزائیں دی جاتی ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ اسلام جو اُصولی مذہب ہے، قوانین اور ضابطوں کے مجموعے کا نام ہے، اس کے ہر دفعہ اور قاعدے پر اِیمان لانا اور اس کو صدقِ دل سے تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے؟ اور کس لئے اسلام کے مجموعہ قوانین میں سے کسی ایک ضابطے اور قاعدے کا اِنکار کرنے والا خدا اور اس کے رسول کا باغی اور نافرمان نہیں سمجھا جاتا؟ اور کیوں اسلام کی عزّت اور اس کا اِحترام باقی رکھنے کے لئے ایسے شخص کو سزائیں نہیں دی جاتی...؟

غرض جس طرح توحید اور نبوّت کے اِقرار کرنے سے ضمنی طور پر تمام شریعت کا اِقرار سمجھا جاتا ہے، اسی طرح شریعتِ محمدی کے کسی قطعی اور یقینی فیصلے سے جس کو ہر آدمی مذہبی مسئلہ اور اِسلام کا ایک حکم سمجھتا ہے، اِنکار کرنا خدا اور رسول سے اِنکار کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر اِیمان لانے کے یہی معنی ہیں کہ ان کی تعظیم اور فیصلوں کو صحیح اور دُرست تسلیم کرتے ہوئے بصورتِ اِنکار کبھی ان کی مخالفت نہ کرے۔

اور جس شخص نے کسی ایسے فیصلے کے متعلق جس کا خدا اور رسول کی طرف سے ہونا یقینی امر ہے، اِنکار کیا، یا اس کو بدل کر دُوسرے رنگ میں پیش کرنا چاہا، ایسا آدمی یقیناً خدا اور اس کے رسول کا کھلا ہوا دُشمن اور ان کی تعلیم کا صریح مخالف سمجھا جائے گا۔

اس لئے یہ خیال کرنا کہ: ''توحید اور نبوّت کے اِقرار کرنے یا قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے بعد کسی شے کے اِنکار کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا'' قرآن کی صدہا آیتوں اور اَحادیثِ نبویہ کے سراسر خلاف ہے، چنانچہ قرآن شریف میں اِرشاد ہے:

۴:- ''وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾'' (المائدۃ)

''جو لوگ خدا کے اس حکم کے موافق فیصلہ نہیں کرتے جس کو اس نے نازل فرمایا ہے، وہ کافر ہیں۔''

لفظ ''ما'' عربی زبان میں تعمیم کو چاہتا ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ جو شخص قرآن عزیز کے ہر فیصلے کے آگے گردن نہیں جھکاتا اور اس کے حلال کو حلال، اور حرام کو حرام نہیں سمجھتا، یا کسی فرض کی فرضیت سے اِنکار کرتا ہے، وہ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہی

معنی اس آیت کے ہیں جس میں صاف طور پر یہ فرمایا گیا ہے:

۵:- ''قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ'' (التوبۃ:۲۹)

''ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، اور جن چیزوں کو خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے، ان کو حرام نہیں جانتے۔''

۶:- ''وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَکْفُرُ بِھَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾'' (البقرۃ)

''ہم نے آپ پر ظاہر اور کھلی کھلی باتیں اُتاری ہیں، جن کا اِنکار کر کے کافر نہیں بنتے مگر فاسق اور نافرمان لوگ۔''

اسی سورۃ میں دُوسری جگہ اِرشاد ہے:

۷:- ''وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾'' (البقرۃ)

''جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں، اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

ایک جگہ یہودیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

۸:- ''وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۢ بِہٖ'' (البقرۃ:۴۱)

''قرآن پر اِیمان لاؤ جو تمہاری آسمانی کتاب توراۃ کی تصدیق کر رہا ہے، اس کا اِنکار کر کے کافر نہ بنو۔''

ان تینوں آیتوں سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ قرآنِ عزیز کی کسی ایک آیت کے اِنکار کرنے سے آدمی کافر ہوجایا کرتا ہے۔

۹:- ''وَمَا مَنَعَھُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْھُمْ نَفَقٰتُھُمْ اِلَّآ اَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ ﴿۵۴﴾'' (التوبۃ)

''ان کے صدقات اور خیرات خدا کے نزدیک اس لئے قبول نہیں کئے جاتے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر اِیمان نہیں رکھتے، اور نماز بےادبی سے پڑھتے اور دباؤ کی وجہ سے صدقہ اور خیرات کرتے ہیں۔''

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے یا زکوٰۃ دینے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا، جب تک ایمانیات کے متعلق اپنے عقیدے کی اِصلاح نہ کرے۔ منافقین، مخلص مسلمانوں کی طرح توحید اور نبوّت کا اِقرار کرتے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے، لیکن عقیدہ صحیح نہ رکھنے کی وجہ سے کافر ہی قرار دیئے گئے اور کسی دن بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھا گیا۔

۱۰:- ''یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ'' (التوبۃ:۷۴)

''وہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہرگز نہیں کہا، باوجودیکہ انہوں نے یقیناً کفریہ کلمہ زبان پر جاری کیا اور وہ ایسا کرنے سے مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے ہیں۔''

عام مفسرین کے نزدیک یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی، جنہوں نے اپنی مجلس میں نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ نکالے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا، تو منافقین نے اس کو چھپانے کی غرض سے جھوٹی قسمیں کھائیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل واقعے کی اِطلاع دیتے ہوئے ان کو حلف اُٹھانے میں جھوٹا قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ وہ ایسا کہنے کی وجہ سے کافر ہوگئے، مسلمان نہیں رہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی توہین کرنے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا، بلکہ فوراً کافر ہوجاتا ہے۔

۱۱:- ''وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ'' (التوبۃ)

جب قیصرِ رُوم سے لڑنے کے لئے ۹ ہجری میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جمعیت لے کر مدینہ سے باہر نکلے اور تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو بعض منافقین نے جو اس سفر میں مسلمانوں کے ہمراہ تھے، یہ کہا کہ اب اس شخص یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے بہت بڑھ گئے جو ایسی زبردست سلطنت سے لڑنے کے لئے چلا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوگئی تو منافقین نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے یہ بات دِل سے نہیں کہی تھی، بلکہ راستہ طے کرنے کے لئے دِل لگی اور مذاق کے طور پر کہی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ بالا نازل فرمائی جس کے یہ معنی ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دو: تم اللہ اور اس کے رسول اور قرآنِ کریم کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ اب تمہاری جھوٹی عذرخواہی فضول ہے، ایسا کرنے کی وجہ سے تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے۔ اس آیت میں قرآن شریف، اللہ یا اس کے رسول کا اِستہزا کرنے اور ان کا مذاق اُڑانے کی وجہ سے کافر ہوجانے کا حکم سنایا گیا ہے۔

۱۲:- ''فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾'' (التوبۃ)

''اگر وہ کفر سے توبہ کرکے نمازیں پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دِینی بھائی ہیں، ہم اپنی آیتیں سمجھ داروں کے لئے تفصیل کے ساتھ کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہیں اور تمہارے دِین و مذہب کے کسی حکم پر طعنہ کریں اور اس میں عیب نکالیں تو ایسے لوگ کفر کے اِمام اور پیشوا ہیں، ان سے لڑو اور جہاد کرو، ان کے عہدوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شاید کہ وہ اس سے ڈر کر اِسلام کے متعلق بدزبانی کرنا چھوڑ دیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسائلِ دِینیہ اور اِسلامی اُصول اور ضابطوں کے بارے میں نکتہ چینی کرنی اور گستاخی سے پیش آنا اِنتہائی درجے کی بے ایمانی ہے۔

۱۳:- ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا'' (النساء)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا اِنکار کرتے ہیں، یا اللہ کو تو مانتے ہیں مگر اس کے رسول کو نہیں مانتے، یا رسولوں میں سے بعض کو سچا اور بعض کو جھوٹا کہتے ہیں اور ان کو نہیں مانتے، یا مذہب میں ایک درمیانی راستہ نکالتے ہیں، ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔''

اس آیت میں چار قسم کے لوگ بتائے گئے ہیں، چوتھا گروہ کافروں کا وہ ہے جو اِسلام کے اُصولوں میں سے بعض کو مانے اور بعض سے اِنکار کرے، اور مذہب میں ایک ایسا درمیانی راستہ عمل کا تجویز کرے، جس میں نہ کلیۃً اسلام سے اِنکار ہو، اور نہ کامل طور پر اس کا اِقرار، ایسا آدمی قرآنِ عزیز کی تصریح کے موافق اسی طرح کافر ہے، جیسے خدا اور اس کے رسول سے اِنکار کرنے والا کافر اور بددِین ہے۔

۱۴:- ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟'' (البقرۃ:۲۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین ان تمام باتوں پر اِیمان رکھتے ہیں جو ان پر خدا کی طرف سے نازل کی گئیں، اور ان میں سے ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر اِیمان لاتے ہیں، اور کسی کا اِنکار نہیں کرتے۔ اس آیت میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام آسمانی کتابوں اور رسولوں پر اِیمان رکھنا اور ان کو اور ان کی کتابوں کے غیرمحرّف حصے کو منزل من اللہ اور سچا جاننا ضروری بتایا ہے۔ جس کے صاف اور ظاہری معنی یہ ہوئے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کا اِنکار کرنے پر اِیمان نہ لانے سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ جس طرح یہودی توراۃ کے بعض حصے کو مانتے اور بعض کا اِنکار کرنے کی وجہ سے اس آیت میں کافر قرار دیئے گئے، اسی طرح وہ مسلمان جو قرآنِ عزیز کے صریح اَحکام میں سے بعض کا اِنکار کرے، وہ قطعاً کافر اور بددِین ہے۔

۱۵:- ''قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۡ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۶ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ'' (البقرۃ)

اس آیت میں امر کے صیغے کے ساتھ جو وجوب اور فرضیت کے لئے آتا ہے، مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ: ''زبان سے اس بات کا اِقرار کرو کہ ہم اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو حضرت اِبراہیم اور

اِسماعیل اور اِسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کی گئی تھیں، ایمان لائے، اور جو کچھ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو دِیا گیا اور جو دُوسرے انبیاء علیہم السلام خدا کی طرف سے لائے، ہم ان سب کی تصدیق کرتے ہیں، اور ان میں سے کسی کا اِنکار نہیں کرتے، اور ہم اس اِقرار میں سچے اور مخلص مسلمان ہیں۔ اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو، تو وہ ہدایت پر ہیں، اور اگر وہ اس سے اِعراض کریں تو وہ اِختلافات میں پڑے ہوئے اور گمراہ ہیں۔"

علامہ ابوسعودؒ نے اپنی تفسیر میں آیت "وَمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى" کی تشریح کرتے ہوئے اس سے توراۃ اور اِنجیل اور وہ معجزات مراد لئے ہیں جو ان کے مبارک ہاتھوں سے ظاہر ہوئے، اور ان کا ذِکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح تمام نبیوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنی ضروری ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا قرآن کی تصریحات کے موافق تسلیم کرنا بھی ایمان کا ایک جزو ہے۔ معجزات کو قرآنی فیصلے کے مطابق نہ ماننے والا ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ کسی نبی کے اِنکار کرنے والا مردود اور کافر ہے۔

۱۶:- "وَّقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾" (النساء)

یہودی، حضرت مریم علیہا السلام پر زِنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی وجہ سے کافر قرار دیئے گئے۔ اس آیت میں حضرت مریم علیہا السلام پر زِنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی وجہ سے یہودیوں کو کافر بتایا گیا ہے۔ اگر آج بھی کوئی بدبخت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے ساتھ اس قسم کی بدزبانی سے پیش آئے تو وہ قرآنی فیصلے کے مطابق یقیناً کافر اور بددِین سمجھا جائے گا۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برايه فليتبوأ مقعده من النار۔"

(ترمذی شریف، باب ما جاء في الذي يفسر القرآن برايه ج:۲ ص:۱۲۳)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: جو شخص قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنمی ہے۔ یعنی قرآن مجید کے اس حصے کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا جس کا تعلق نقل سے ہے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے معنی اور مطلب کو ظاہر فرمایا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معنوں کو چھوڑ کر اپنی طرف سے معنی گھڑ کر پیش کرنے والا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو مٹانا چاہتا ہے، جو یقیناً کفر ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

۱۷:- "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ" (النساء:۶۵)

یعنی وہ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتے، جب تک وہ ہر شے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کو حاکم تجویز نہ کریں، اور اس فیصلے کے آگے گردن نہ جھکائیں۔

اس کے علاوہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لئے معلم بناکر کتاب اللہ سکھانے کے واسطے بھیجے گئے، جیسا کہ آیت: "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" (البقرۃ:۱۲۹) سے ظاہر ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ہدایت کو بعینہٖ تسلیم کرنا ہر مسلمان

کے لئے ضروری ہے، اور جو شخص اس کے خلاف اپنی رائے کو شریعت کے فیصلوں میں دخل دیتا ہے، وہ زِندیق اور بے اِیمان ہے۔ اسی پر تمام علماء کا اِتفاق ہے۔ البتہ تفسیر کا وہ حصہ جو عربیت سے تعلق رکھتا ہے، اس میں اپنی رائے سے عجیب نکتے پیش کرنے اور آیت کے متعلق فوائد اور حکمتیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جن چیزوں پر اِیمان لانا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک شے کے اِنکار کرنے سے انسان کافر ہوجاتا ہے، محض کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرنا، یا نماز پڑھنا کافی نہیں ہے، بلکہ اِجمالی یا تفصیلی طور پر شریعت کے تمام قطعی اور یقینی فیصلوں کو ماننا، مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کا اِنکار کرنے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا، مگر اِنکار دو قسم کا ہوا کرتا ہے:

۱:... صاف اور صریح طور پر کسی چیز کو ماننے سے اِنکار کرنا، اسلام سے ایسا اِنکار یہود و نصاریٰ اور مشرکین کیا کرتے ہیں۔

۲:... دُوسری قسم کا اِنکار یہ ہے کہ آیتِ قرآنی اور شریعت کے قطعی فیصلوں کے جو معنی اور مطلب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یا آپ کے بعد صحابہ اور ائمہ مجتہدین نے وہ معنی لئے ہیں، ان کے خلاف کوئی اور ہی مطلب اس شرعی فیصلے کے متعلق بیان کرے، تو ایسا اِنکار بھی قرآنی فیصلے کے مطابق پہلے اِنکار کی طرح کفر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اِرشاد ہے:

۱۸:- ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾'' (النساء)

''تیرے پروردگار کی قسم ہے! کہ جب تک وہ آپ کو ہر بات میں اپنا حَکم تجویز نہ کریں اور آپ کے ہر فیصلے کو بخشی تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی گردن نہ جھکائیں، وہ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتے۔''

۱۹:- ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۴﴾'' (آل عمران)

اللہ نے مسلمانوں پر بڑا اِحسان کیا، جو اُن میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو اس کی آیتیں پڑھ کر اُن کو سناتا ہے، اور نفوس کو شبہات اور گناہوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے، قرآنِ عزیز کے معانی اور مطالب بیان کرتا اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ اس آیت میں نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کے سکھانے والا فرمایا گیا ہے، یہ بات اسی صورتوں میں ہوسکتی ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ معانی اور مطالب کو بعینہٖ قائم رکھا جائے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّمِ قرآن ہونا باقی نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ اِختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے صریح فیصلوں کو چھوڑ کر اِسلام میں کوئی نیا رستہ تجویز کرے۔ لہٰذا اگر کوئی بد باطن اسلام میں درمیانی رستہ نکال کر اس کا نام اسلام رکھے اور لوگوں کو اس کی طرف بلائے تو ایسا خودساختہ اِسلام بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ اسلام ہرگز نہیں ہوسکتا، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بتائے ہوئے اُصول اور ضابطوں میں نجات ہے، باقی راستے تمام ضلالت اور گمراہی کے ہیں، بلکہ قرآن مجید میں ایسے شخص کو جو اِسلامی تعلیم کو نئے رنگ

میں پیش کر کے مذہب میں ایک درمیانی راستہ نکالنا چاہتا ہے، کافر اور بددِین فرمایا گیا ہے، جیسا کہ آیت: ''وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا'' (النساء) سے ظاہر ہے۔ یعنی جو لوگ اسلام کی بعض باتوں کا اِنکار اور بعض کا اِقرار کرتے ہوئے دِین میں ایک درمیانی راستہ تجویز کرنا چاہتے ہیں، وہ قطعاً کافر اور بددِین ہیں۔

اس قسم کی آیتوں سے اب تک یہ بات معلوم ہوئی کہ:

۱:... اللہ یا اس کے رسول کا اِنکار کرنے۔

۲:... قرآن کی کسی آیت کو جھٹلانے۔

۳:... یا ان میں سے کسی ایک کا اِستہزا اور مذاق اُڑانے۔

۴:... اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک رسول کی شان میں گستاخی کرنے۔

۵:... قطعی حکم کو نہ ماننے۔

۶:... حلال کو حرام، یا حرام کو حلال جاننے۔

۷:... اسلام کے کسی حکم یا فیصلے کے متعلق نکتہ چینی یا عیب جوئی کرنے۔

۸:... فرشتوں کے وجود یا انبیاء علیہم السلام کے پاس ان کی آمد و رفت کا اِنکار کرنے۔

۹:... کسی نبی کے ان معجزات کو جن کا ذِکر قرآن مجید میں صاف اور صریح طور پر آیا ہے، نہ ماننے۔

۱۰:... قرآن شریف کے صریح اَحکام کے خلاف اپنی طرف سے ایسی تأویلات گھڑنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی تصریحات کے مخالفت ہیں۔ پھر اسلام سے خارج ہونے کے لئے ان تمام وجہوں کا جمع ہونا ضروری نہیں ہے، اگر ان میں سے ایک وجہ بھی کسی شخص میں یقیناً موجود ہوگی، وہ اسلام سے خارج اور قطعی طور پر کافر سمجھا جائے گا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی، قرآن اور حدیث کے خلاف ایسے خیالات اور عقیدے ظاہر کر رہے ہیں جن سے ان پر ایک وجہ سے نہیں، بلکہ متعدّد وجوہات سے کفر عائد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن میں فرماتا ہے: ''عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ'' (آل عمران:۴۵) عیسیٰ بن مریم اللہ کی نظر میں بزرگ اور محترم تھے۔ مگر مرزا کہتا ہے:

۱:... ''بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا، اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اس واسطے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

(دافع البلاء ص:۴، خزائن ج:۱۸ ص:۲۲۰)

''ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹ نکلیں، آج کون زمین پر ہے جو اس عقدے کو حل کرے۔'' (اعجازِ احمدی ص:۱۴، خزائن ج:۱۹ ص:۱۲۱)

۲:... ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں ان کی زِنا کار کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۷، خزائن ج:۱۱ ص:۲۹۱)

۳:... ''ان کنجریوں سے میلان بھی شاید اسی وجہ سے ہو، کیونکہ جدّی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زِناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۷، خزائن ج:۱۱ ص:۲۹۱)

اس قسم کی لغویات سے اس کی کتابیں بھری پڑی ہیں، ہم نے طوالت کے خوف سے چند بیان کی ہیں۔ مرزا نے ان عبارتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس اور بزرگ ہستی کے متعلق تین قسم کی گستاخیاں بیان کی ہیں:

۱:...العیاذ باللہ! آپ کی دادیوں و نانیوں کو کسبی کہا، اور آپ کو کسبیوں کے خاندان سے بتایا۔ باوجودیکہ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کے والدین کو صالح اور نیک بخت کہا گیا ہے، جیسا کہ آیت: ''یٰٓاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾'' (مریم:۲۸) سے ظاہر ہے۔ یعنی اے مریم! تیرا باپ بُرا آدمی نہیں تھا، اور تیری ماں بھی زِناکار نہ تھی۔ مگر مرزا، قرآنِ کریم کی مخالفت کرتے ہوئے خدا کے غصّے اور غضب سے نہیں ڈرتا۔

دُوسری اور تیسری گستاخی یہ کی کہ آپ کو فاحشہ عورتوں سے تعلق رکھنے والا، ان کی کمائی کھانے والا، شرابی اور جھوٹا قرار دیا ہے۔ مرزا نے اس بدزبانی سے ایک برگزیدہ رسول کی توہین کے علاوہ آیت: ''عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ'' (آل عمران:۴۵) کی تکذیب کی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ پر یہ اِلزام لگایا کہ وہ فاسق اور گنہگار کو رسول بناکر بھیجتا رہا ہے۔ ایسا ملحد اور بددِین آدمی قرآنی فیصلے کے مطابق یقینی طور پر مردود اور کافر ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ کو ولد الزنا اور آپ کی والدہ محترمہ کو زِناکار کہا ہے، ملاحظہ ہو:

۱:... ''اور مریم کی وہ شان ہے، جس نے ایک مدّت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا، پھر بزرگانِ قوم کی ہدایت اور اِصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا، تو لوگ اِعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیمِ توریت عین حمل میں نکاح کیا گیا، اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا، اور تعددِ ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی ہے۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے ساتھ نکاح میں آئے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں، اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اِعتراض۔'' (کشتی نوح ص:۱۶، خزائن ج:۱۹ ص:۱۸)

۲:... ''یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہن تھے، یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔''

(حاشیہ کشتی نوح ص:۱۷، خزائن ج:۱۹ ص:۱۸)

ان دونوں عبارتوں سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو یوسف نجار کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے زِنا کا حمل رہ گیا تھا۔ (لعنت بر پسرِ فرنگ...!)

مرزا نے اس بیہودہ گوئی میں خدا کے ایک بزرگ اور اُولو العزم رسول کی توہین کرنے کے علاوہ قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلایا ہے:

''وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾'' (الانبیاء)

''وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ کو مرد سے بچا کر رکھا، ہم نے اس کے رحم میں ایک پاک رُوح پھونکی، اس کو اور اس کے بیٹے کو عالم کے واسطے نشانی بنایا۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی نیک چلنی اور پاکدامنی کی تعریف کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق سورۂ آل عمران میں اس طرح اِرشاد ہوا ہے:

''اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾'' (آل عمران)

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم طرح ہے، جس طرح آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے بنایا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے لفظ ''کن'' یعنی محض اِرادہ کے ساتھ پیدا کیا۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش آدم علیہ السلام کی طرح بغیر باپ کے بتلائی ہے، بلکہ حضرت مریم علیہا السلام پر زِنا کا بہتان باندھنے والے یہودی صفتوں کو قرآن مجید میں کافر کہا ہے۔

ایک نبی کی توہین اور قرآنِ کریم کی تکذیب کرنا کافر ہونے اور جہنم میں جھکنے کے لئے کافی ہے، مگر مرزا...لعنہ اللہ...نے اسی پر اِکتفا نہیں کیا، بلکہ سیّد الانبیاء، شفیع روزِ جزا...صلی اللہ علیہ وسلم...کی ہمسری کا بھی دعویٰ کیا ہے، بلکہ بعض جگہ افضلیت کا دعوے دار بن گیا ہے، ملاحظہ ہو:

۱:... ''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز نبی مقدس نبی گزر چکے ہیں، ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۹۰، خزائن ج:۲۱ ص:۱۱۷)

گویا...عیاذاً باللہ...ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی بزرگیاں، جن میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، مرزا...لعنہ اللہ...میں جمع ہوگئیں، اور اس طرح مرزا تمام نبیوں سے خاکم بدہن بڑھ گیا۔

۲:... ''اور مجھے بتلا دیا گیا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق

ہے: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔‘‘

(اعجازِ احمدی ص:۷، خزائن ج:۱۹ ص:۱۱۳)

تمام لوگ جانتے ہیں کہ یہ آیت رسالت پناہ کی شانِ عالی میں نازل ہوئی ہے اور ’’رسول‘‘ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذاتِ گرامی مراد ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمایا گیا ہے، لیکن مرزا کہتا ہے کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے، یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں۔ معاذ اللہ!

اگرچہ اس میں بھی گستاخی کا پہلو نمایاں طور پر ظاہر ہے، لیکن دُوسری جگہ کھلم کھلا بے ادبی اور گستاخی پر اُتر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱:... ’’حضرت محمد کا اِجتہاد غلط نکلا۔‘‘ (اِزالہ ص:۶۹۰، خزائن ج:۳ ص:۴۷۲)

۲:... ’’علماء نے (حالانکہ وہ تفسیرِ نبوی ہے) زلزال کے معنی غلط سمجھے۔‘‘

(اِزالہ ص:۱۲۸، خزائن ج:۳ ص:۱۶۶)

۳:... ’’آنحضرت کو اِبنِ مریم اور دَجال اور خرِ دَجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی وحی نے خبر نہیں دی۔‘‘ (اِزالہ اوہام ص:۶۹۱، خزائن ج:۳ ص:۴۷۳)

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یاجوج ماجوج کا ذِکر قرآن مجید میں آیا ہے، دجال، خرِ دَجال، دابۃ الارض وغیرہ علاماتِ قیامت کا بیان صحیح اور مشہور حدیثوں میں موجود ہے۔ مرزا کی اس دریدہ دہنی کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور خرِ دَجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج سے جو مراد ظاہر فرمائی ہے، وہ... نعوذ باللہ... صحیح اور دُرست نہیں، اور مرزا نے جو خرِ دَجال سے ریل، یاجوج ماجوج سے قومِ نصاریٰ، دجال سے مراد پادری لئے ہیں، وہ صحیح ہیں۔ جو بے ادب اور گستاخ اپنی تحقیق کو دُرست اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد کو غلط بتائے، وہ یقیناً کافر اور جہنمی ہے...!

پھر اس پر ہی بس نہیں کی، بلکہ اسلام اور قرآنِ کریم کی توہین کرتا ہوا کہتا ہے:

۱:... ’’قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔‘‘ (اِزالہ ص:۲۵، ۲۶، خزائن ج:۳ ص:۱۱۵)

۲:... ’’قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘ (تذکرہ ص:۶۴۱ طبع سوم)

مرزا کا قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ایسا کلام میں بھی بنا سکتا ہوں۔ مرزا نے اس یاوہ گوئی سے قرآن شریف کی اس آیت کو جھٹلانا چاہا ہے:

’’قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾‘‘ (الاسراء)

اگر جن و اِنسان متفقہ طور پر قرآن مجید کی مانند کلام بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔

۳:...
غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمت کا قصوں پر مدار ہے
خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفان سے پار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۱۰۷، خزائن ج:۲۱ ص:۱۳۷)

۴:...
کیا یہی اسلام کا ہے دُوسرے دِینوں کا فخر
کردیا قصوں پہ سارا ختم دِین کا کاروبار
مغز فرقان مطہر کیا یہی ہے زہا خشک
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار
گر یہی اسلام ہے بس ہوگئی اُمت ہلاک
کس طرح راہ مل سکے جب دِین ہو تاریک وتار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۱۱۲، خزائن ج:۲۱ ص:۱۴۲)

مرزا کی اس نظم کا یہ مطلب ہے کہ اگر آج بھی وہی اسلام ہے جو تیرہ سو برس پہلے تھا تو اس میں رُوحانیت کا ملنا بہت دُشوار ہے، کیونکہ قرآنِ عزیز اور دیگر اِسلامی روایات میں انبیائے سابقین کے حالات ہیں یا نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی کا بیان، اور مسلمانوں کو مسائل کی تلقین ہے، یہ سب باتیں تیرہ سو برس گزر جانے کی وجہ سے قصص اور کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔ قصوں اور کہانیوں میں رُوحانیت تلاش کرنی بے فائدہ اور فضول کام ہے، اس لئے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے نبوّت اور وحی کا دروازہ ہمیشہ کے واسطے مفتوح اور کھلا ہوا رہنا چاہئے، تاکہ اسلام میں تازہ بتازہ رُوحانیت کا ثبوت ملتا رہے، ورنہ اسلام میں رُوحانیت باقی نہیں رہ سکتی... نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات...!

اور لیجئے! مرزا اور اس کے متبعین، فرشتوں کی حقیقت اور دُنیا میں ان کے آنے کے بھی منکر ہیں، ملاحظہ ہو:

۱:... ''فرشتے نفوسِ فلکیہ اور کواکب کا نام ہے، جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔''

(توضیح المرام ملخص ص:۳۷،۳۸، خزائن ج:۳ ص:۷۰)

۲:... ''جبرائیل کبھی زمین پر نہیں آئے، اور نہ آتے ہیں۔'' (توضیح المرام ملخص ص:۶۸، خزائن ج:۳ ص:۸۶، وآئینہ کمالات اسلام ص:۱۱۹ تا ۱۲۳، خزائن ج:۵ ص:ایضاً)

نفوسِ فلکیہ اور کواکب کو فرشتے کہنا اور سیارات کو مؤثرِ حقیقی جاننا قرآن اور حدیث کی صدہا تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے قطعی طور پر کفر ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: جو لوگ بارش کو سیاروں کی تاثیرات کی وجہ سے مانتے ہیں، وہ اللہ کے منکر اور کفر کرنے

والے ہیں، (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء ج:۱ ص:۵۹)۔

دُوسرے جبریل علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری سے اِنکار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آج تک دُنیا میں نہ کوئی رسول ہوا، اور نہ کسی پر وحیٔ اِلٰہی نازل ہوئی، کیونکہ جبریل ہی وحی پہنچانے پر مامور ہیں، اور وہ دُنیا میں تشریف نہیں لاتے۔

اس کے علاوہ قرآن کی آیت: ''فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾'' (مریم) کا بھی اِنکار ہوا، جس میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جبریلِ امین کا انسانی شکل میں آنا مذکور ہے۔

نیز اس آیت سے بھی انکار ہوا، جس میں یہ ذِکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خدا کے چند فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو انسان سمجھنے کی وجہ سے بھنا ہوا گوشت ان کے کھانے کے واسطے پیش کیا تھا، اور حضرت لوط ان کو نوعمر لڑکے سمجھ کر دیر تک اپنی قوم سے لڑتے اور جھگڑتے رہے تھے۔ مرزائی جماعت اس قسم کی تمام آیتوں کا اِنکار کرنے کی وجہ سے یقیناً اِسلام سے خارج اور جہنمی ہے۔

اس کے علاوہ مرزا اور اس کے متبعین نے قرآنِ کریم کی ان تمام آیتوں کا اِنکار کیا ہے، جن میں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ذِکر ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

۱:... ''قرآن شریف میں جو معجزے ہیں، وہ مسمریزم ہے۔''

(اِزالہ ص:۳۰۴، خزائن ج:۳ ص:۲۵۵)

۲:... ''حضرت مسیح مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔''

(اِزالہ ص:۳۰۹و۳۱۲، خزائن ج:۳ ص:۲۵۷،۲۵۹)

۳:... ''اور لوگ ان کو شناخت کرلیں کہ درحقیقت یہ لوگ مرچکے تھے اور اَب زندہ ہوگئے ہیں۔ وعظوں اور لیکچروں سے شور مچادیں کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے، سچا ہے۔ سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے اور نہ آئندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہوں گے، اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر ہوچکے ہیں، وہ محض بے بنیاد قصوں سے فریب خوردہ ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۳۳، خزائن ج:۲۱ ص:۴۳)

۴:... ''بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا، اور وہ مٹی درحقیقت مٹی ہی رہتی تھی، جیسے سامری کا گوسالہ۔''

(اِزالہ اوہام ص:۳۲۲، خزائن ج:۳ ص:۲۶۳ حاشیہ)

نیز مرزا نے معجزہ شق القمر کو چاند گرہن بتایا ہے۔

(حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۶۴، خزائن ج:۲۱ ص:۸۲، اعجازِ احمدی ص:۱۷، خزائن ج:۱۹ ص:۱۸۳)

نیز قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اِنکار ہے جس میں ایک رات کے اندر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ سے بیت

المقدس تک جانا مذکور ہے، بلکہ قادیان میں ایک مسجدِ اقصیٰ تیار کر کے یہ ظاہر کیا کہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن کر مکہ میں پیدا ہوا، اور اَب قادیان کی مسجدِ اقصیٰ میں آگیا۔ اسی کا نام "حلول" ہے، چنانچہ بروزت کا دعویٰ عقیدۂ حلول ہی پر مبنی ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا باتفاق علمائے اسلام کفر ہے۔ اس موقع کی مناسب چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

۱:... "وہ محمد ہی ہے، گو ظلّی طور پر۔"

(ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص:۲۶۳، ایک غلطی کا اِزالہ ص:۵، خزائن ج:۱۸ ص:۲۰۹)

۲:... "یعنی محمد مصطفیٰ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس نام محمد اور احمد سے مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔" (ایک غلطی کا اِزالہ ص:۷، خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۱، حقیقۃ النبوۃ ص:۲۶۵)

ظاہر ہے کہ جو شخص قرآنی معجزات کو نہ مانے، وہ قرآن مجید کی آیتوں کا اِنکار کرنے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے ذِکر ہو چکا ہے، یقیناً کافر اور بددِین ہے۔

نیز مرزائی جماعت ... خواہ لاہوری ہو یا قادیانی ... اپنے مرشد مرزا کی طرح قرآنِ عزیز کی تفسیر کرنے میں نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق اور صحابہؓ کی تشریحات کی پابند نہیں ہے، جو دِل میں آتا ہے، اس کے موافق قرآن کی تأویل اور توضیح بیان کرتا ہے۔ پہلے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ نقلیات میں قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرنی موجبِ کفر ہے۔ چنانچہ مرزا، براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۹۱، خزائن ج:۲۱ ص:۱۱۹ پر اس آیت کی تفسیر کرتا ہوا لکھتا ہے:

"انا مکنا لہ فی الأرض واتیناہ من کل شیٔ سببا (الکہف:۸۴) یعنی مسیح موعود کو جو ذُوالقرنین بھی کہلائے گا، رُوئے زمین پر ایسا مستحکم کر دیں گے کہ کوئی اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

یعنی تمام سورت کو مسخ کر کے اپنے اُوپر چسپاں کیا ہے۔

نیز "شہادۃ القرآن" مصنفہ مرزا، اس قسم کی لغویات سے بھری پڑی ہے۔ حیاتِ مسیح علیہ السلام اور معجزاتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق جملہ آیات کی غلط تأویلیں کی ہیں، اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کی مطلقاً پروا نہیں کی، بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صحیح اطلاع ہی نہیں دی گئی اور حدیثیں ناقابلِ اِعتبار ہیں، کیونکہ وہ مرزا کے بتائے ہوئے معنوں کے موافق نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ آج کل مرزائی جماعت کا طرزِ عمل اور ان کے مطبوعہ تراجم اور تفسیریں ہمارے اس دعوے پر کھلی ہوئی شہادت ہیں، جس کا جی چاہے ان کی معنوی تحریفات کو اُٹھا کر دیکھ لے۔ نیز جنگ جارحانہ جو اِسلام کی عزّت اور وقار کو قائم رکھنے اور کفر کا غلبہ اُٹھانے، حق و انصاف کو پھیلانے اور تبلیغی رُکاوٹوں کو دُور کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، جس کے ثبوت میں احادیثِ نبویہ، قرآن کی صدہا آیتیں موجود ہیں، اور صحابہ کو قیصر و کسریٰ سے ان کے ملکوں میں جاکر جنگ کرنا اس پر شاہدِ عدل ہے، مرزا اور اس کے متبعین کو اس سے صاف اِنکار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق قرآنِ عزیز کی آیتوں اور صحیح حدیثوں کے غلط معنی بیان

کرنا، ختمِ نبوّت اور معراجِ جسمانی سے اِنکار کرنا، اس کے علاوہ ہیں۔

مرزا قادیانی جس عقیدے پر مرا ہے، اور جو اِسلام آج بھی مرزائی جماعت، لوگوں کے سامنے پیش کر رہی ہے، وہ یہ ہے:

۱:... فرشتے کواکب اور نفوسِ فلکیہ کا نام ہے۔

۲:... ملائکہ کسی نبی کے پاس وحی لے کر زمین پر نہیں آئے، اور نہ وہ کسی انسان کی شکل اِختیار کرتے ہیں۔

۳:... اسلام میں جنگِ جارحانہ یا جہاد فی سبیل اللہ کوئی چیز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

۴:... قرآنِ عزیز کی تفسیر اور کسی آیت کے معنی اور مطلب بیان کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر پر چلنا ضروری نہیں ہے، اور نہ صحابہؓ کا اِتباع لازمی ہے۔

۵:... کبھی کسی نبی سے خارقِ عادت معجزہ ظاہر نہیں ہوا، اور جن معجزات کا قرآنِ کریم میں ذِکر آیا ہے، اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، جیسا کہ آج تک مسلمان سمجھتے رہے ہیں، بلکہ ان سے مرزا کے بیان کردہ تأویلی معنی مراد ہیں۔

۶:... عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں، اور وہ دُنیا میں دوبارہ تشریف نہیں لائیں گے، اور نہ مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے، جن آیات یا حدیثوں سے حیاتِ مسیح اور ظہورِ مہدی کا پتا چلتا ہے، وہ قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ مرزا کے بیان کردہ معنی کے خلاف ہیں۔

۷:... عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے، حضرت مریم کا نکاح سے پہلے ناجائز تعلق یوسف نجار کے ساتھ ہوگیا تھا، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ (لعنۃ اللہ علیہم...!)

۸:... یاجوج ماجوج، دجال، دابۃ الارض وغیرہ کا مطلب جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ حضور کو ان چیزوں کی صحیح اِطلاع نہیں دی گئی اور اس کے حقیقی معنی مرزا کو بتائے گئے ہیں۔ یہ تمام عقیدے لاہوری اور قادیانی جماعت میں مشترک ہیں، یہی وہ اسلام ہے جس کو ان کی تبلیغی مشنریاں یورپ و امریکا میں پیش کرتی ہیں، جن پر ان کو بڑا ناز ہے۔ اور ہمارے فریب خوردہ، ناواقف مسلمان بھائی ان کی کوششوں کو بنظرِ اِستحسان دیکھتے ہیں۔ ان عقائدِ باطلہ کے علاوہ قادیانی جماعت کو ختمِ نبوّت سے بھی اِنکار ہے، اور آج بھی نبوّتِ غیرتشریعی کا دروازہ مفتوح سمجھتے ہیں، یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کی طرح اس اُمت میں بھی نبیوں کا آتے رہنا مانتے ہیں۔

تمام دُنیا کے مسلمانوں کا عقیدہ بروئے قرآن و حدیث ہر زمانے میں ان چیزوں کے متعلق یہ رہا ہے:

۱:... فرشتے خدا کی ایک مخلوق ہے جو نور سے پیدا کی گئی، نہ ان میں کوئی مذکر ہے اور نہ موٴنث، اور نہ انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں، زمین پر آتے جاتے ہیں، کبھی انسانی شکل میں انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے رہے اور کبھی اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوئے۔ خدا کی نافرمانی اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں۔

۲:... جہاد کرنا اِسلام کی عزّت اور وقار کے لئے ضروری ہے، دِینِ اسلام کی حمایت میں کٹ مرنا قربِ اِلٰہی کا بڑا درجہ ہے۔

۳:...قرآن مجید کی تفسیر میں نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق اور صحابہ کرامؓ کی اِتباع کو چھوڑ کر اپنی رائے کو دخل دینا کفر ہے، اور اسی پر تمام علماء کا اِتفاق ہے۔

۴:...انبیاء علیہم السلام سے بہت سی خارقِ عادت باتیں ظاہر ہوئیں اور ان میں سے جن کا ذِکر قرآن مجید میں آیا ہے، ان سے وہی معنی مراد ہیں جو قرآن کے ظاہری الفاظ سے سمجھے جارہے ہیں، ان کو چھوڑ کر دُوسرے معنی اپنی طرف سے گھڑنے کفر ہیں۔

۵:...عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخری زمانے میں زمین پر اُتریں گے، قرآن شریف اور صدہا حدیثوں سے ایسا ہی ثابت ہے، اور اسی پر مسلمانوں کا اِجماع ہے، (نقلہ صاحب الیواقیت والجواھر ج:۲ ص:۳۴)۔

۶:...عیسیٰ علیہ السلام قدرتِ اِلٰہی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ عفیفہ اور پاک دامن تھیں، ان پر زِنا کی تہمت لگانے والا بروئے قرآن شریف کافر ہے۔

۷:... یاجوج ماجوج، دجال، خرِ دجال، دابۃ الارض اور اسی طرح کی دُوسری قیامت کی نشانیاں اپنی حقیقت پر محمول ہیں، اور ان سے وہی مراد ہے جو رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اس کے خلاف کہنے والا یقینی اور قطعی طور پر جہنمی ہے۔

۸:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہوچکی ہے، اور ایسا ہی قرآن اور حدیث سے ظاہر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص تشریعی یا غیرتشریعی نبی بن کر نہیں آئے گا، اور جو ایسا عقیدہ رکھے گا، وہ یقیناً ملحد اور بددِین ہے، لیکن پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کی موجودگی ختمِ نبوّت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اس سے عطائے نبوّت کے سلسلے کو بند کرنا مراد ہے، نبوّتِ سابقہ کا چھین لینا مراد نہیں، ورنہ اس کا نام ''سلبِ نبوّت'' ہوگا، ''ختمِ نبوّت'' نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہی معنی ختمِ نبوّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے روز تمام انبیاء نبوّت کے ساتھ متصف ہوں گے، مگر اس سے حضور کی ختمِ نبوّت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

مرزائی صاحبان خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی، جن عقائدِ دِینیہ میں وہ مسلمانوں سے اِختلاف رکھتے ہیں، اگر آج وہ ایسے عقیدوں کی اِصلاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع اور صحابہؓ کے طریقِ عمل میں تلاش کریں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ان کی تعلیم وتربیت ہی میں نجات کو منحصر جانیں، تو دُنیا کا ہر سچا مسلمان ان کو اپنے گلے سے لگانے کے لئے تیار ہے، لیکن اگر وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ معانی اور تشریحات کے خلاف اپنی طرف سے کوئی معنی اور مطلب گھڑ کر اس کا نام اسلام رکھ لیں تو مسلمان ایسے ملحد اور بددِین جماعت کو قرآنی فیصلے کی وجہ سے مردود اور کافر کہنے پر مجبور ہیں۔

کیونکہ اگر نفوسِ فلکیہ اور کواکب کا نام فرشتہ رکھ لیا گیا تو اس سے فرشتوں کے وجود کا اِقرار نہیں سمجھا جاسکتا، اور اگر سیاروں کی تأثیرات کو نزولِ ملائک سے تعبیر کیا گیا تو اس سے فرشتوں کی زمین پر آمد ورفت کا اِقرار نہیں کہہ سکتے، ملائکہ کے وجود اور ان کے نزول وصعود کا اِقرار اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے موافق اس کو تسلیم کرلیا گیا۔ ورنہ ان کا یہ فعل شریعتِ محمدی

کی مخالفت اور دینِ الٰہی کے مسخ وتبدیل کرنے پر محمول ہوگا۔اسی طرح معجزے کا اقرار اسی صورت میں مانا جائے گا، جبکہ خارقِ عادت اُمور کا ظہور تسلیم کرلیا گیا، اور عصائے موسوی کا اژدہا بن جانا، احیائے موتی اور شق القمر وغیرہ معجزات کو ایسے معنی پر اُتارا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت ہیں۔ ورنہ اگر قحط سالی اور زلزلہ وغیرہ حوادثاتِ دُنیوی میں معجزے کو منحصر سمجھا گیا اور خارقِ عادت اُمور کے وقوع سے اِنکار کرکے قرآنِ کریم کی تکذیب کی گئی تو اس حالت میں کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی تحقیق پر نہ چلنا جہنم میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑتا، کیونکہ اسلام اور اِیمان وہی ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، اور صحابہؓ نے اس کو اِختیار کیا، لہٰذا اگر آج کوئی شخص عقائدِ دینیہ اور آیاتِ قرآنیہ کے معانی اور مطالب صحابہؓ کی تحقیقات کے موافق تسلیم کرتا ہے تو ایسا اِیمان اور اِسلام بالکل صحیح اور دُرست ہے، اور اگر کوئی ان کی تشریح اور تحقیق کے خلاف دُوسرے معنی بیان کرے تو ایسا آدمی یقیناً جہنمی اور کافر ہے، جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہے: ''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ'' (البقرۃ:۱۳۷) اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ: اگر وہ لوگ تمہاری طرح اِیمان لائیں، یعنی جن چیزوں کو جس طرح تم مانتے ہو، اسی طرح وہ بھی مانیں تو وہ ہدایت پر ہیں، اور اگر وہ تمہاری طرح اِیمان نہ لائیں اور اس سے اِعراض کریں، تو پھر وہ اِختلاف اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ایک اور جگہ یہ اِرشاد ہوا ہے:

''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾'' (النساء)

جو شخص حق ظاہر ہونے کے بعد اللہ کے رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ عمل کا تجویز کرے، ہم اس کو حق سے ہٹاکر جہنم میں جھونک دیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں مؤمنین سے مراد صحابہؓ کی جماعت ہے، انہی کا راستہ ہدایت کا راستہ ہے، باقی سب گمراہی ہے۔

سورۂ توبہ میں ہے:

''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' (التوبۃ:۱۰۰)

نیکی کی طرف دوڑنے والے مہاجرین اور اَنصار اور ان کی سچی اِتباع کرنے والوں سے اللہ راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں۔

ایک آیت میں یوں آیا ہے:

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ'' (الانفال:۷۴)

یعنی مہاجرین اور انصار ہی سچے مؤمن ہیں، جنہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور خدا کے رسول کو جگہ دی اور ان کی ہر طرح مدد فرمائی، معلوم ہوا کہ سچائی اور حقانیت اسی راستے میں منحصر ہے، جس کو صحابہؓ اور ان کے متبعین نے اِختیار کیا۔ اس لئے اس کو چھوڑنے والا قطعی طور پر جہنمی اور کافر ہے۔ مرزائی جماعت نے فرشتوں، دجال، خرِ دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ عقائد کے جو معنی بیان کئے ہیں، اگر اس کا ثبوت صحابہؓ کی تحقیقات سے پیش کردیں، اور نقلیات میں تفسیر بالرائے کا جواز قرآن اور حدیث سے ثابت کردیں، تو ہم بھی یہی کیش وملت اِختیار کرنے کے لئے تیار ہیں، اور ایک صد روپیہ اِنعام اس کے علاوہ ہے۔ اور اگر وہ اس کا ثبوت پیش نہ کرسکیں... اور یقیناً نہ کرسکیں گے... تو پھر مخلص مسلمان بنیں اور عقائدِ باطلہ سے توبہ کریں، یا مسلمانی کا دعویٰ کرنا چھوڑ دیں، اور اپنا پنتھ الگ قائم کریں اور اپنی منافقانہ چالوں سے مسلمانوں کو دھوکا نہ دیں، ورنہ منتقمِ حقیقی کے غصّے اور غضب سے ڈرتے رہیں، جس کے یہاں دیر ہے، مگر اندھیر نہیں...!

رہا یہ شبہ کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر شرعاً ممنوع اور ناجائز فعل ہے، اور ہر کلمہ گو کو مسلمان جاننا ضروری ہے، اس کے متعلق اس قدر عرض کردینا کافی ہے کہ جس حدیث کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں:

''عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أُمرتُ ان اقاتل الناس حتّٰی یشهدوا ان لآ إله إلّا الله وان محمدًا رسول الله، ویقیموا الصلاة ویؤتوا الزکوٰة، فإذا فعلوا ذالك عصموا مِنّی دمائهم واموالهم إلّا بحق الإسلام۔''

(باب فإن تابو واقاموا الصلٰوة ...إلخ بخاری ج:۱ ص:۸)

جو شخص کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرے، نمازیں پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے، اس کا جان ومال محفوظ ہوجائے گا، اور وہ مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان سمجھا جائے گا، البتہ اگر اسلام اس کے قتل کا فیصلہ کرے تو وہ اس سزا کا مستحق ہوگا، اس حدیث میں: ''إلّا بحق الإسلام'' کی تصریح بتارہی ہے کہ اہلِ قبلہ ہونا مسلمان ہونے کے لئے قطعی اور یقینی فیصلہ نہیں ہے، اس سے اس کی مسلمانی پر اسی وقت اِستدلال کیا جائے گا، جبکہ دُوسرے حالات اس کے کفر پر صراحۃً دلالت نہ کریں۔ اور اگر اس کا کافر ہونا قطعی طور پر معلوم ہوجائے تو پھر اس پر کافر ہونے کا حکم لگادیا جائے گا، جیسا کہ قرآن مجید کی متعدّد آیتوں سے پہلے ثابت ہوچکا ہے، اور اس حدیث میں: ''إلّا بحق الإسلام'' کے ساتھ اِستثناء کرنے کا بھی یہی منشا ہے، اگر مسلمانی ایک مرتبہ ظاہر ہونے کے بعد کسی عقیدے کے اِنکار یا مخالفت سے ضائع ہونے والی چیز نہیں ہے، تو اِستثناء کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت نے زکوٰۃ کی فرضیت سے اِنکار کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مرتد قرار دیتے ہوئے ان سے جہاد کی تیاری فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روکا اور ان کو کلمہ گو اور اہلِ قبلہ سمجھتے ہوئے اس امر سے مانع ہوئے، لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے آخری الفاظ کی طرف توجہ دِلائی تو فوراً انہوں نے تسلیم کرلیا اور صحابہؓ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے پر متفق ہوگئے۔ اور اس واقعے سے معلوم ہوا کہ کسی فرض کی فرضیت سے اِنکار کرنے پر ایک مسلمان باجماعِ صحابہؓ کافر ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ اہلِ قبلہ ہونا کلمہ شہادت زبان پر جاری کرنا، مسلمان ہونا، یہ سب شریعتِ

اسلامیہ کے تسلیم کر لینے کے عنوانات ہیں۔ اس قسم کی حدیثوں کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ ایک آدمی مسلمانوں کا ذبیحہ کھا لینے یا کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور آئندہ اسے جنت، دوزخ، قیامت یا شریعت کی دُوسری تصریحات پر اجمالی یا تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جو منافقین زبان سے کلمہ جاری کرتے اور نمازیں پڑھتے تھے، کبھی دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھے جاتے اور نہ صحابہؓ محض زکوٰۃ کی فرضیت کا اِنکار کرنے والوں سے جہاد کرتے۔

اور کبھی مرزائی جماعت عدمِ تکفیر کے ثبوت میں یہ آیت پیش کیا کرتی ہے:

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا'' (النساء:۹۴)

جو شخص تم سے سلام علیکم کہہ کر اپنی مسلمانی ظاہر کرتا ہے، تم اس سے یہ نہ ہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ اگر مرزائی صاحبان دیانت سے کام لے کر اس آیت کے پہلے الفاظ کو دیکھ لیتے تو ان کو اس سے اِستدلال کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی، کیونکہ اس تمام آیت کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ جس کا کفر مشتبہ ہو اور ظاہری علامات سے اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہوتا ہو تو اس کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں۔ اس سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ جو شخص ضروریاتِ دِین میں سے کسی ایک چیز کا صاف طور پر اِنکار کرے، وہ بھی کافر نہیں ہوتا، چنانچہ اس آیت کے پورے الفاظ یہ ہیں:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا'' (النساء:۹۴)

یعنی اے مسلمانو! جب تم جہاد کرنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلو اور کوئی آدمی تمہیں ملے تو پہلے اس کے مسلمان یا کافر ہونے کی پوری تحقیق کر لو، اگر وہ اپنا اسلام ظاہر کرتا ہو تو محض ناواقفیت یا شبہ کی وجہ سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

مرزائی صاحبان ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى'' کو تو دیکھتے ہیں، لیکن اس سے پہلے ''اِذَا''، ''فَتَبَيَّنُوْا'' پر نظر نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا آیات کو سامنے رکھنے والا انسان اسی نتیجے پر پہنچے گا جو ہم نے بیان کیا ہے، اور علماء کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ کسی شخص کے کلام میں ننانوے اِحتمالات کفر کے اور اسی کلام سے ایک وجہ اس کے اِیمان کی ظاہر ہوتی ہو تو اس کو کافر نہ کہو، یعنی کسی کو محض شبہ کی وجہ سے کافر نہ کہو، جب تک اس کی طرف سے کفر کا صاف طور پر اِقرار نہ پایا جائے۔

مرزائی عام طور پر یہ شبہ بھی ظاہر کیا کرتے ہیں کہ اس زمانے میں ہر فریق اپنے مخالف کو کافر کہتا ہے، تو اس صورت میں سب کافر ہوئے، مسلمان کوئی بھی نہ رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن اِلزامات کے ماتحت ایک فریق دُوسرے فریق پر کفر کے فتوے لگاتا ہے، فریقِ مخالف اس سے قطعاً اپنی بے زاری کا اِعلان کرتا ہوا، صاف طور پر کہہ دیتا ہے کہ: ''اگر میری کسی عبارت سے ایسا مطلب سمجھا گیا ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو میری اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے، میں ان باتوں کو ضرور کفر تسلیم کرتا ہوں، جو تم نے اِلزامات میں بیان کی ہیں، لیکن میں ان کفریہ باتوں سے بیزار ہوں اور میری اس عبارت سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا فلاں فلاں مطلب ہے جس سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔''

لیکن مرزا اور اس کے متبعین ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ صاف طور پر کہتے ہیں کہ ہم معجزات کو اس رنگ میں ہرگز نہیں مانتے، جس طرح دُوسرے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ اِحیائے موتیٰ اور شق القمر وغیرہ خارق العادات معجزوں سے وہ مراد نہیں ہے، جو نصوص کے ظاہر سے سمجھ میں آرہی ہے اور جس پر صحابہؓ اور ان کے بعد آنے والے مسلمان آج تک اِیمان رکھتے ہیں، بلکہ ان معجزوں سے فلاں فلاں رُوحانی باتیں مراد ہیں۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یوں نہیں ہے، جیسا کہ عام مفسرین لکھ رہے ہیں، باوجودیکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ معنی جو مرزائی بیان کر رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی تحقیقات کے بالکل خلاف ہیں، مگر وہ ان باتوں کی ہرگز پروا نہیں کرتے۔

اسی طرح فرشتوں سے نفوسِ فلکیہ اور کواکب مراد لیتے ہیں، اور اس طرح نہیں مانتے، جس طرح آج تک مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔ ایسا ہی جن آیتوں سے صحابہ کرامؓ نے حیاتِ مسیح کو ثابت کیا ہے، مرزائی انہیں سے توڑ مروڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نکالتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کفریہ عقائد سے اِنکار نہ ہوا، بلکہ ان کو تسلیم کرلیا گیا، اور اِلتزامِ کفر، کفر ہے، لزومِ کفر، کفر نہیں ہے۔ یعنی کفر کے اِلزامات سے اپنی بیزاری ظاہر کرنے والا کافر نہیں سمجھا جاتا، اور ان اِلزامات کو تسلیم کرتے ہوئے تأویلاتِ رکیکہ کی آڑ لے کر اپنے کفر کو چھپانے والا قطعاً کافر ہے۔ جب تک اس کے تمام عقیدے صحابہؓ کے عقیدوں کے موافق نہیں ہوں گے، اور وہ ان کو اسی رنگ میں تسلیم نہیں کرے گا، جس رنگ میں سلف صالحین بیان کرتے چلے آئے ہیں، تو وہ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ اس موقع پر مسئلے کی تحقیقات کرنے کی وجہ سے کلام میں طوالت پیدا ہوگئی ہے، مگر اس طوالت کے بغیر اصل حقیقت ظاہر ہونی بہت مشکل تھی، اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ قارئین کرام خاکسار کو اس سمع خراشی میں معذور سمجھتے ہوئے دُعائے خیر سے نہ بھولیں گے۔

آخر میں ہماری اسلامی جرائد اور مذہبی درد رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس رسالے کی اِشاعت میں پورا حصہ لیں، اور مرزائی جماعت کے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کو چھپوا کر ہر طبقے کے مسلمانوں میں مفت تقسیم کریں، والسلام!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

محمد مسلم عثمانی دیوبندی